قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کے ایک درد دل کا اظہار

۱۶۔ جولائی ۱۹۰۸ء کے درس قرآن شریف میں سورہ الشوریٰ کا پہلا رکوع تھا۔ آپؓ نے ابتداء درس میں فرمایا کہ اس سورت شریف کا ابتداء نہایت ہی عجیب رنگ میں ہوا ہے اور اسمیں بڑے بڑے باریک اسرار اور پر معارف نکات بھرے ہوئے ہیں مگر آج میری طبیعت پر ایسا کچھ غیر معمولی صدمہ ہے کہ طبیعت میں اُن معارف اور باریک علوم کے بیان کرنے کی برداشت نہیں۔ خدا کا فضل اور توفیق شامل حال رہی اور زندگی ہوئی۔ تو انشاء اللہ کسی دوسرے وقت بیان کرونگا آپؓ کے اس رنج اور صدمے کا باعث یہ ہے کہ خدا کی باریک در باریک حکمتوں اور مخفی در مخفی مصالح سے حضرت اقدسؑ کا ایک اشتہار جو انہی کالموں میں **اشتہار مفید الاخیار** کے عنوان کے نیچے ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ آپؓ کے ہاتھ میں آگیا اسکا مضمون جیسا کہ آپکو پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ آپؓ نے پڑھا اور پھر یہ خیال کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایسی پاک خواہش جسکا اظہار حضور نے ۹۔ ستمبر ۱۹۰۱ء کو کیا جسپر آج ساتواں برس جا رہا ہے مگر اسکی عملی صورت ابتک قائم نہیں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پاک خواہش کا اتنا لمبا عرصہ معرض التوا میں پڑے رہنا اور قوم میں سے کسی ایک فرد کا بھی اسکی طرف متوجہ نہ ہونا یہ خیال ایک ایسے انسان کے واسطے جس نے حضرت اقدسؑ کے ایک اشارہ پر ترک دنیا ترک وطن ترک جان و چشم کر دیا ہو۔ اور اپنی تمام ارادوں اور خواہشات کو اس امام برحقؑ کے ارادوں پر قربان کر دیا ہو۔ اور وہ اسکی محبت میں ایسا گداز ہو۔ کہ ایک رات کے واسطے اسکی جدائی اسکو موت نظر آتی ہو کیسا دکھ اور کیسا رنج رسان اور کیسا درد پیدا کرنیوالا ہو سکتا ہے۔ اسکا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو کسی سے ایسا ہی اخلاص و ارادت ہو۔

بہرحال حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے یہ خواہش کی ہے کہ حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار کی اشاعت کیجاوے اور جن احباب کو اخبار نہیں پہنچتے یا وہ اخبار دو سے مذاق نہیں رکھتے اخبار پڑھنے والے احباب انکو یہ اشتہار سنا دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اقدسؑ نے اگر ۹۔ ستمبر سے ۲۴۔ دسمبر تک اس کام کیواسطے مہلت دی تھی۔ تو اب ۲۰۔ جولائی سے ۲۴۔ دسمبر تک مہلت ہے کیا اچھا ہو کہ ایک بڑی جماعت حضرت اقدسؑ اور پھر خلیفۃ المسیحؓ کی اس خواہش کے پورا کرنیکے واسطے کمر ہمت باندھیں اور خدا سے مدد پا کر دسمبر ۱۹۰۸ء کے جلسہ پر اس امتحان میں شامل ہو دیں (جو لوگ اسمیں شامل ہونا چاہیں اور ضروری شامل ہوں مجھے از راہ محبت اطلاع دیں۔ اس اطلاع میں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ احباب توجہ کریں اور عبدالرحمن پوری توجہ کرو۔ ا۔)

(حضرت اقدسؑ کا اشتہار ذیل میں درج ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار مفید الاخیار

چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ ہماری اس جماعت میں کم سے کم ایکسو آدمی ایسا اہل فضل اور اہل کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعوے کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں۔ ان سب کا اسکو علم ہو اور مخالفین پر ہر ایک مجلس میں بوجہ احسن اتمام حجت کر سکے اور انکے مفتریانہ اعتراضات کا جواب دے سکے اور خدا تعالیٰ کی حجت جو انپر وارد ہو چکی ہے بوجہ احسن اسکو سمجھا سکے اور نیز عیسائیوں اور آریوں کے وساوس شائع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات دے سکے اور دین اسلام کی حقیقت اکمل اور اتم طور پر ذہن نشین کر سکے پس ان تمام امور کیلئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اہل علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اسطرف توجہ دیجاوے کہ وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء تک کتابوں کو دیکھکر اس امتحان کے لئے طیار ہو جائیں اور دسمبر آیندہ کی تعطیلوں پر قادیان میں پہنچکر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔ اسجگہ اسی غرض کیلئے تعطیلات مذکورہ میں ایک جلسہ ہوگا اور مباحث مندرجہ کے متعلق سوالات دئے جائیں گے۔ ان سوالات میں جو صاحب جو پاس نکلینگی انکو ان خدمات کے لئے منتخب کیا جائے گا اور وہ اس لائق ہونگے۔ کہ ان میں سے بعض دعوت حق کے لئے مناسب مقامات میں بھیجے

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپ کر شائع ہوا۔

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کی ایک تقریر بمقام لاہور

۲۱ - جون ۱۹۰۸ء کو جب کہ احمدی قوم کے کئی سو احباب اس مبارک پیغام کے یونیورسٹی ہال لاہور میں سنائے جانے کی تقریب پر مختلف اطراف سے لاہور میں جمع ہوئے تھے جو کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی کے آخری چند ایام میں دنیا میں حقیقی امن اور صلح قائم کرنے اور ہر قسم کے فساد اور آئے دن کے جھگڑوں کی خطرناک آگ کے مٹانے اور خدا کے پیارے برگزیدہ اور مقبول النبیائی نوعی (جو دنیا کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً دنیا کی ہدایت اور نجات کے واسطے خدا سے مبعوث ہو کر آتے تھے) عزت اور عظمت قایم کرنے اور انکی ہتک اور توہین کی لعنت اور جذام کا (جس کیوجہ سے دنیا نے یہ دن دیکھے۔ کہ آئے دن دنیا پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ اور دنیا مورد قہر الٰہی بن رہی ہے اور خدا کا غضب مختلف شکلوں میں کبھی طاعون کے رنگ میں اور کبھی زلازل کی تباہ کن زجر کی شکل میں کبھی قحط بنکر اور کبھی وبا ہو کر دنیا کو نگل رہا ہے) دنیا سے خاتمہ کر دینے کی غرض سے لکھی تھی۔ ایسے موقع پر صاحب موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق احمدیہ بلڈنگز لاہور میں ایک پرجوش تقریر بڑے مؤثر لہجے اور پر زور الفاظ میں بیان فرمائی۔ جسکا خلاصہ ہدیہ ناظرین ہے۔

(عبد الرحمان قادیانی)

خلاصہ تقریر

میرا دراصل کچھ کہنے کا منشا نہ تھا۔ مگر روانگی کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ کہ ایسے موقع پر جب کہ بہت سے دوست مختلف شہروں سے ایک جگہ جمع ہوں گے ضروری ہے کہ کچھ بیان کیا جاوے۔ لہذا میں صرف اس حکم کی تعمیل کے لئے کھڑا ہوا ہوں آج کل بعض اعتراض کئے گئے ہیں۔ انکا دفع کرنا میرا مقصود ہے:

اگر حضرت مرزا صاحب کی وفات پر اسقدر اعتراض واقع نہ ہوتے۔ اور اسطرح سے بیجا بانہ ہنسی ٹھٹھا نہ کیا جاتا۔ تو پیشگوئی کا ایک بڑا حصہ پورا ہونے کے بغیر ہی رہجاتا لہذا ضروری تہا کہ آپ کی وفات پر بھی بعض پیشگوئیاں جو وفات کے متعلق تھیں۔ پوری ہو کر رہتیں ضروری تہا کہ ہنسی ٹھٹھا بھی کیا جاتا۔ اور طرح طرح کے اعتراض بھی کئے جاتے تا آپ کے وہ الفاظ جو آپ نے **الوصیۃ** میں لکھے تھے کہ "بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیدیتا ہے" "نیز یہ کہ" گروہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرینگے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی۔ اور قومیں ہنسی ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کیساتھ پیش آئے گی" پہر ان ابتلاؤں اور مشکلات کے پہاڑوں اور مصائب کے زلزلوں میں ثابت قدم رہنے اور قدم آگے ہی آگے بڑہانے کی قوم کو وصیت فرمائی ہے۔ تا خدا کی تائید اور نصرت کا نور نازل ہو اور وہ دلوں پر سکینت اور طمانینت نازل فرماوے

اعتراض ایک ایسی چیز ہے کہ جب کبھی کوئی عظیم الشان انسان دنیا میں کوئی خاص اور اہم مقصد لیکر کھڑا ہوا ہے لازماً دنیا نے اس کو نشانہ اعتراض بنایا ہے سب سے بڑہکر اعتراض اسلام اور بانئے اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوئے ہیں کیونکہ جسقدر آپ اہمیت اور عظمت میں سب سے بڑہکر تھے اسی قدر شیطان نے آپ کی مخالفت میں بھی اپنا پورا زور اور ساری طاقت صرف کی تھی اسلام پر اسقدر اعتراض ہوئے ہیں۔ کہ اگر انکو جمع کیا جاوے تو ایک عظیم الشان پہاڑ بنتا ہے۔

اسی طرح اسی سنت قدیمہ کے موافق ضروری تھا۔ کہ احمدی قوم اور اسکے معصوم اور محترم بانی کی حیات اور وفات پر بھی اعتراضات کئے جاتے اور ابھی تو یہ ابتدائی اعتراض ہیں۔ ابھی خدا جانے آپ لوگوں کو یا اس قوم کی آیندہ نسلوں کو کن کن اعتراضات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

کتنا بڑا اور کیسا عظیم الشان مقصد ہے جو آپ لوگوں نے کرنا ہے گویا کہ ایک عظیم الشان پہاڑ آپکے رستہ میں ہے جسے اٹھا کر آپنے رستہ صاف کرنا ہے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا لینا تو آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے۔ جو ہمارے امام ع نے ہمارے سپرد کیا ہے۔

اسلام کو دنیا میں پھیلانا

یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے یا کوئی آسان بات ؟ مگر تسلی دینے والی اور کمر ہمت کو مضبوط کرنے والی جو بات ہے۔ وہ یہی ہے کہ خود خدا کا یہ وعدہ ہے کہ "میں اس جماعت کے ذریعہ سے اسلام کو غلبہ دونگا" پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی وجہ نہیں۔

دیکھو حضرت اقدس ع نے خود اپنی تحریروں میں لکھا ہے خدا جانے ہمیں کن دشوار گزار گھاٹیوں خار دار جنگلوں اور سنسان بیابانوں میں سے گزرنا ہے پس جس کے پاؤں نازک ہیں اسکو چاہیے کہ ابھی مجھ سے الگ ہو جائے۔

دوستو! اب وہ وقت آگیا ہے اور وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیاں اور خار مغیلان کے بھرے ہوئے جنگل اور بھیانک اور ڈراؤنے بیابان ابھی ہمارے سامنے آئے ہیں جن کو طے کر کے ہمیں اپنے امام پاک اور ہادی برحق کے بتلائے ہوئے منزل مقصود تک پہنچنا ہے اس سے پہلے تو ایک ایسا وجود ہم میں موجود تھا۔ جو اپنے ہاتھوں تمام کاروبار کو بڑے سلیقے اور احسن طرز سے انجام دیتا تہا۔ اور دراصل سچ پوچھو۔ تو بات یہی تھی کہ ہم اسوقت مزے کی نیند اور استراحت کے نرم نرم بچھونوں پر سوتے تھے۔ اور وہ پاک نفس اور خدا کا برگزیدہ انسان ایک شفیق ماں سے بڑہکر ہمیں آرام دیتا تہا اور ہر مشکل کے لئے ہمارا خود سپر بن جایا کرتا تہا۔ ہمیں اس کی زندگی میں نہ کوئی فکر تھی اور نہ کوئی خوف ہم مطمئن اور بے فکر تھے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ خدا کا مقدس اور برگزیدہ رسول ہمارے سارے کام کر رہا ہے اور اس ایک تن واحد نے (خدا کے ہزار ہزار صلوٰۃ اور سلام ہوں اسکی پاک روح پر) ہم سب کو ہی افکار سے مستغنی کر رکھا تہا۔

مگر پیارے بھائیو!

اب وہ وقت گذر گیا ہے۔ اور ہماری سارے بوجھ اپنے سر پر اٹھانے والا پاک وجود خدائی وعدوں کے مطابق اپنا کام کر کے خدا کو جا ملا ہے اور وہ تمام بوجھ آپ لوگوں نے اپنے سروں پر اٹھانے ہیں اور اب آپ ہی لوگوں نے ان کو انجام دینا اور ان کی تکمیل کرنی ہے پس اپنے آپکو مضبوط کرو۔ کسی معترض کے اعتراض کی اور لومۃ لایم کی پرواہ مت کرو نہ ڈرو اور نہ گھبراؤ مستقل ہو جاؤ اور اپنی کمر ہمت کو مضبوط کس لو۔ اگر پہاڑ بھی کاٹنا پڑے تو کیا خوف ؟

یہ خیال کہ قوم کا ہر فرد معترضین کے تمام سوالات کا جواب دینے کیواسطے طیار رہے۔ ٹھیک نہیں۔ اور نہ ہی خالی سوالات کے جواب یا بحث مباحثے کچھ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ بحث مباحثہ سے کبھی کوئی قائل ہوتا دیکھا نہیں

اگر دلائل سے کسی کو ساقط بھی کر دیا جاوے۔ تو بھی تعصب اور ضد ایسی بلا ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی پہلو گریز کا نکال ہی لیا جاتا ہے۔ آخر کفارہ اور تثلیث جیسے بیہودہ اور بے دلیل ننگ عقل انسان عقاید بھی تو دنیا مین موجود ہین اور کثرت سے موجود ہین۔ مگر کیا یہ لوگ کبھی بحث مباحثے سے اپنے عقاید کو ترک کرتے بھی کسی نے دیکھے ہین؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی تو طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے تھے۔ اب ہمارے لئے غور طلب امر ہے تو یہی کہ اس گروہ پاک کو غلبہ کیسے نصیب ہوا تھا پس اس راہ کو دریافت کرنا اور اسپر چلکر انہی نتایج کا حاصل کرنا ہمارا فرض ہے +

ظاہر ہے کہ اسوقت علم و ہنر کا یہ چرچا نہ تھا اور نہ ان مقدسونکو یہ اسباب میسر آئے تھے جو آج اس زمانہ مین ہین مسیح موعود کی دعاؤن اور انفاس سے میسر ہین وہ ایک اُمّی گروہ تھا۔ اکثر ان مین ایسے تھے۔ جن کو نہ توریت کا علم تھا۔ اور نہ انجیل کا۔ یہ نہ تھا کہ وہ مختلف ممالک کی زبانون کے ماہر تھے؛ اگر کوئی افغانستان مین گیا۔ تو اس نے وہان کی زبان مین مہارت پیدا کر لی۔ اور اس کے رسم و رواج اور مذہبی اعتقادات کا مطالعہ کر لیا اور اسکے رد کے دلائل سوچ لئے اور ایک خاص تیاری کے بعد وہان پہنچا ہو۔ یا جو چین کے واسطے منتخب کیا گیا تھا اس کو وہان کے ملکی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ اور مذہبی حالات سے خاص طور سے آگاہ اور تیار کر کے روانہ کیا جاتا تھا؟ نہین ہرگز نہین۔ بلکہ وہ ایک

پاک تعلیم اور نیک نمونہ

اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جو تعلیم وہ دنیا مین پھیلانا چاہتے تھے۔ اور لوگون کو اس کی طرف بلاتے تھے۔ پہلے وہ خود آپ اسکا پورا اور کامل نمونہ اپنی زندگی مین دکھاتے تھے اور ان کی تعلیمات کی کتاب ان کی عملی اور اخلاقی حالت پر صاف صاف لکھی ہوئی نظر آتی تھی۔ اخلاقی ترقی کے انتہائی نقطہ تک وہ ترقی کر چکے تھے۔ اور ان کے ہاتھ مین صرف یہی۔ بس یہی ایک ہی روشن دلیل ان کی سچائی کی تھی۔ انکی زبان سے جو کچھ نکلتا تھا اسکا پورا انعکاس انکی عملی حالت مین موجود ہوتا تھا۔ یہی ایک ہتھیار تھا۔ جس سے انہون نے دنیا کو فتح کیا۔ اور وہ جہان گئے۔ عزت و سلطنت عظمت و جبروت نے انکے پاؤن چومے اور اقبال نے انکا استقبال کیا +

دوستو یاد رکھو کہ اگر ان کے ہاتھ مین یہ عملی قوت اور سچا نمونہ نہ ہوتا جسے جادو کہو تو بیشک سحر کہو تو سچ طلسم کہو تو صحیح۔ تو پھر خواہ وہ دنیا کے تمام علوم کے ماہر ہی کیون نہ ہوتے کیسی ہی جادو بیانی اور سحر ان کی تقریرون مین کیون نہ بھرا ہوتا۔ کروڑون دلائل ہی کیون نہ انکے ساتھ ہوتے مگر کچھ بھی اثر نہ ہوتا۔ اور وہ ایک دل کو بھی فتح نہ کر سکتے۔

پس

یاد رکھو کہ دنیا کو فتح کرنے اور ان کو اپنی بات منوانے کیواسطے نیکی کی ضرورت ہے۔ نیکی کے کامل نمونے اور اخلاق کے پتلے پر کون ہے جو اعتراض کرے گا۔ آؤ بھائیو ہم تم اسی راہ پر قدم مارین۔ اور وہی راہ اختیار کرین۔ ایک خاص وقت تک تبلیغ اور اتمام حجت کی غرض سے دلائل اور رسائل کی بھی ضرورت تھی۔ سو اسے ہمارے امام صادق علیہ السلام نے کامل اور اکمل طور سے پورا کر دیا۔ تمام دنیا بالاتفاق کہتی ہے۔ کہ دنیا مین نیکی پھیلے۔

اب اگر ہم اس تعلیم کے مطابق جو ہمین دیگئی ہے اپنے نفسون اور روح کو پاک کر کے اس سلسلہ کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کا ثبوت دین اور اس تعلیم کے اصلی نور اور حقیقی اثر کو اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ سے دنیا کے آگے پیش کرین۔ تو تمام اعتراضات خود بخود حل ہو جاوینگے اور ہمین لمبے چوڑے مباحثات کرنے اور عقلی نقلی دلائل بیان کرنیکی چندان ضرورت ہی نہ رہیگی قرآن شریف مین جہان علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ غور اور تدبر کے لایق ہے۔ میرے خیال مین تو اس آیت کا یہی منشا ہے کہ تم اپنے نفس کی اصلاح کرو۔ جب تمہارا نفس پاک اور صاف ہو جاوے گا تو پھر گمراہ لوگ تمہین کوئی ضرر نہین دے سکین گے۔ نہ کسی کا اعتراض اور نہ کسی کا ہنسی ٹھٹھا اور مخالفت یا دشمنی کوئی بھی تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکین گے کیونکہ ان باتون سے نقصان کا احتمال اسی شخص کے واسطے ہو سکتا ہے جسکو اس امر مین شک ہو کہ آیا مین راہ راست پر ہون یا گمراہ۔ مگر جب تم قرآن شریف کی تعلیم کے اصل منشا پر قایم ہو جاؤ گے اور قرآن کی تمام تعلیمات کا اثر تمہارے وجود مین عملی طور سے نظر آتا ہوگا اور نیکی کے انتہائی درجہ پر قایم ہو جاؤ گے۔ اور اصلاح اور تزکیہ نفس کے تمام مدارج طے کر لو گے تو پھر کسی کا اعتراض ہرگز ہرگز تمہین نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ نقصان اس شخص کو ہوتا ہے۔ جو ابھی کامل نہ ہو۔ یا کوئی کمی اپنے نفس مین محسوس کرتا ہو۔ اور وہ اصلاح کے تمام مدارج اس نے طے نہ کئے ہون۔ مگر تم جب تزکیہ نفوس کر لو گے اور نیکی کے تمام مدارج حاصل کر لو گے۔ تو پھر کسی گمراہ معترض اور بدراہ کا کوئی حیلہ اور اعتراض تمہین ضرر نہ دیسکیگا سو اصل مین حقیقی اور اصولی جواب ان تمام اعتراضات کا میرے نزدیک یہی ہے +

اتنا بیان کر چکنے کے بعد مین دعوے سے کہتا ہون کہ

بحیثیت ایک جماعت ہونیکے

اور ایک ہی شیرازہ اور ایک ہی حکم کے ماتحت ہونے کے گویا کہ تمام قوم نفس واحد کا حکم رکھتی ہو۔ اسکی نظیر کہین بھی ہرگز ہرگز نہ ملے گی۔ مین افراد کو پیش نہین کرتا۔ بلکہ مجموعی طور پر مقابلہ کرتا ہون۔ مین مانتا ہون۔ کہ ہم مین بھی بعض کمزور ہین۔ جو ممکن ہے۔ کہ بعض اوقات بعض احکام کی پابندی مین سستی کرتے ہون۔ یا کمزوری دکھاتے ہون۔ اور ان مین غلطیان ہون مگر مجموعی حیثیت میں اس جماعت کی نظیر ہرگز نہ پاؤ گے۔ قرآن شریف نے اس اصول کو یون بیان فرمایا ہے۔ جہان فرمایا ہے۔ اکثرھم فٰسقون۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نیکی یا بدی کا حکم افراد کی حالت پر ہرگز نہین لگایا جاتا۔ بلکہ مجموعی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے جسطرف کثرت ہو وہی فتوے لگایا جاتا ہے کثرت سے نیکوکار عابد زاہد اور پارسا سچے خشیتہ اللہ رکھنے والے خدا اور اس کے رسول کے احکام کے پابند اور پاک نفس بے ریا لوگ ہین تو تمام قوم نیک کہلائے گی۔ ورنہ اگر معاملہ اسکے برخلاف ہے۔ تو فتوے بھی خلاف ہوگا +

آج کل تاریخون یا اخبارات سے اقوام دنیا کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور مین اس معاملہ مین بہت غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ جو خاص امتیازی نشان اس جماعت مین پایا جاتا ہے ہرگز کسی دوسرے قوم مین نظر نہین آتا۔ اور وہ خصوصیت ہی اسکے منجانب اللہ ہونے پر ایک کافی شاہد ہے +

ہمین کہا جاتا ہے کہ ؎

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

عبدالحکیم اور ثناء اللہ کے اشتہارات مین یہی شعر میری پڑھا ہے ان کی۔ اس تحریر سے مجھے معاً خیال آیا کہ یہ لوگ ہم سے

کس بات کی توبہ کرانا چاہتے ہین

کیا پابندی نماز سے توبہ کراتے ہیں؟ یا روزوں سے یا محبت قرآن اور تلاوت قرآن سے ہمیں باز رکھنے کے خواہاں ہیں یا یہ لوگ رسولؐ کی عظمت اور عزت اور آپؐ کی محبت سے ہمیں روکنا چاہتے ہیں؟ میں حیران ہوں کہ اگر یہ لوگ ہم سے یہہ سب کچھ چھڑانا ہی چاہتے ہیں۔ اور انکے خیال میں یہ تمام اعمال اسلام کے خلاف ہیں۔ تو پھر وہ کونسا اسلام ہے جس کی طرف یہ لوگ ہمیں بلاتے ہیں؟ اس جماعت سے نکال کر جس گروہ میں ہمیں یہہ داخل کرنا چاہتے ہیں وہ کونسا گروہ ہے؟ آخر اس گروہ اور جماعت کا ہمیں بھی علم تو ہونا چاہئے؛۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی بعض کمزور اور ضعیف لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور بعض تزلزل میں پڑ گئے تھے مگر اس صدیق ظل الرسول نے ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم پڑھکر ان کو یہ بتایا کہ آنحضرتؐ ایک رسول ہیں آپ سے پہلے بھی جتنے رسول آئے۔ سب اسی طرح اپنے اپنے وقت پر وفات پا چکے ہیں۔ اب جب کہ تم نے آپؐ کو خدا کا سچا رسول اور برگزیدہ بندہ مانا تھا۔ اور تمہیں یقین ہے کہ وہ خدا کی طرف سے تھا تو کیا اب آج اسکی وفات سے یا بفرض محال اسکے قتل کئے جانے کیوجہ سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تم اس نیکی اور تقوےٰ کو ترک کر دو؟ اور پھر دہریان اختیار کر لو۔ بدی خود اپنے نفس میں بدی اور قابل نفرت چیز ہے اگر کوئی رسول نہ بھی آیا ہوتا جب بھی بدی بدی ہی تھی اور اسی طرح قابل نفرت۔ نیکی ترک کر کے بدی کو اختیار کر لینا یہہ کہاں کی عقلمندی ہے؟

پس اسی طرح حضرت مرزا صاحب کا وجود باجود اس زمانہ میں ہمارے واسطے خدا کی طرف سے ایک ابر رحمت اور سایہ کرم تھا۔ آپؑ نے ہمیں بدیوں سے ہٹا کر نیکی پر قایم کیا۔ ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا۔ اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی عزت و عظمت اور صداقت میخ فولاد کی طرح قایم کر دی ہماری عملی حالتیں ناگفتہ بہ تھیں۔ مگر اس نے کچھہ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکر الٰہی میں ہمیں لذت اور سرور آنے لگا۔ اور قرآن کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی۔ اور ہر ایک نفس نے اپنی مقدرت اور استعداد کے موافق نیکی میں ترقی کی اور طرح طرح کی بدی اور گناہ سے پاک وصاف ہوا تو کیا اب آپ کی وفات اور ان معترضوں کے اعتراضات سے ہم لوگ ان نیکیوں کو ترک کر دیں؟ اور پھر لوٹ کر اپنی اسی پہلی حالت میں واپس چلے جاویں؟

بلکہ ہمیں آپؑ کی اس وفات سے سبق حاصل کرنا چاہئے حضرت اقدسؑ کا ایک یہ بھی الہام تھا۔ یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ اس وحی الٰہی کا جو مفہوم ہے وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ لوگ ہی اہل بیت میں داخل ہیں۔ کیونکہ آپ نے حضرت اقدسؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس شجر طیب سے تعلق پیدا کرنے سے آپؑ کے روحانی دار میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا ہے پس ضروری تھا کہ ارادہ الٰہی جو اہل بیت کی تطہیر کے متعلق ہو چکا تھا۔ پورا ہوتا۔ اور اس کے واسطے مشکلات اور ابتلاؤں کا آنا لازمی تھا کیونکہ کھرے اور کھوٹے صلوق اور کاذب سچے اور پکے میں صرف یہی ایک ذریعہ تمیز ہے۔ اور وہ اسوقت آپؑ کی وفات کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ پس

مبارک ہیں وہ جو اس وقت پاک تبدیلی اور ثبات قدم کا بہترین نمونہ دکھائیں +

مومن کی نشانی ہی یہی ہے کہ وہ دُکھ کے وقت بھی آگے ہی قدم اُٹھاتا ہے۔ اور دُکھ اور مشکلات اس کے واسطے روک نہیں بلکہ تازیانہ کا کام دیتے ہیں۔ اور وہ نیکی کے لینے میں پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہو جاتا ہے +

مشکلات مومن اور کافر ہر دو پر آتے ہیں۔ مگر مومنوں کے واسطے آخر اُن مشکلات اور مصائب کی آگ گلزار ہو جاتی ہے۔ اور کامیاب مومنوں کے واسطے ابتلاء انعام کے رنگ میں تبدیل ہو جاتے ہیں عین دکھ کیحالت میں خدا انکے واسطے راحت کے سامان پیدا کر دیتا ہے +

ایک مومن مشکلات میں انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ کر رضا بالقضا اور ثبات قدم کا اظہار کرتا ہے۔ جو کہ خدا تعالےٰ کے انعامات اور فضلوں کا جاذب ہے +

مومن پر خدا ابتلا اسواسطے خود وارد کرتا ہے۔ تا کہ اسکی تکمیل ہو جاوے۔ اور جو کمی احکام شرعیہ میں اس سے رہگئی ہے۔ وہ تکالیف قضا و قدر کے ذریعہ سے پوری کر دیجاوے۔ اور وہ کامل مومن ہو کر خدا کے کامل انعامات کا وارث ہو جاوے +

تلک الایام نداولہا بین الناس۔ اور دشمن کا بھی ایک وار نکلا۔ احمدی قوم کیواسطے خصوصاً قابل غور ہیں۔ ایک میں تسلی اور دوسرے میں ایک واقعہ کا بیان ہے۔ دشمن کا وار اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ خود حضرت اقدسؑ کا وجود مبارک ہم میں سے اُٹھ گیا اور ان کو دل کھول کر سلسلہ حقہ کی توہین کرنے اور ہنسی مذاق کرنے کا موقع ملگیا اللہ تعالےٰ نے ہمکو اس کا علم اپنے رسول کی معرفت اس واقعہ سے دو سال پہلے عطا فرمایا تھا۔ سو وہ عین حکمت الٰہی اور وعدہ الٰہی کے مطابق پورا ہوا۔ مگر اب دشمن کو بھی مطمئن نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ تلک الایام نداولہا بین الناس۔ کل کو ان کی بھی باری آنی ہے اور وہ یقین جانیں کہ اب انکی باری بھی آہی گئی +

احمدی قوم پر جو ابتلاء اور مصیبت آئی اسکا جو نتیجہ ہوا وہ تو ظاہر ہے۔ خدا کی قدرت ہماری اس تکلیف میں بھی دشمن کو بجز حسرت و ارمان کے کوئی خوشی نصیب نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کا یہ خیال بلکہ یقین تھا۔ کہ آپؑ کی وفات کے ساتھ ہی یہ کارخانہ درہم برہم ہو جائیگا۔ اور یہ درخت جڑ سے اکھڑ جاویگا۔ ثناء اللہ اور عبد الحکیم کی تحریروں کو دیکھ لو۔ ان کا یہی مقصد تھا کہ یہ سلسلہ نیست و نابود ہو جائے اب جائے غور ہے۔ کہ انکی وہ امیدیں پوری ہوئیں یا خاک میں ملیں اور انکو بجز حسرت و یاس کے کچھ ہاتھ بھی آیا؟ آجکل ان بیچاروں کی ساری امیدیں اسوقت پر منحصر تھیں۔ مگر خدا کی شان کہ جب وہ وقت آیا۔ تو ان کی تمام امیدوں اور آرزوؤں پر پانی پھر گیا۔ اور ان کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ زبان نہ سہی۔ مگر ان کے دل تو اسبات کو مان گئے ہونگے۔ کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

میں خود اپنے دل کو اور اپنے احباب کے دلوں کو دیکھتا ہوں تو ایسا پاتا ہوں کہ جس طرح کسی عظیم الشان فتح کے بعد ایک انشراح اور اطمینان ہوتا ہے کوئی قبض نہیں کوئی گھبراہٹ نہیں نہ کسی قسم کی کمزوری ہے اور نہ ہی تزلزل کیا یہ اس قدرت ثانیہ کا ابتدا نہیں جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا تھا؟

قاعدہ کی بات ہے کہ بھاری غم کے بعد دل کمزور ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک **احمدی** کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا صدمہ ہوگا۔ کہ اسکا امام۔ اسکا پیشوا اسکا پیر و مرشد۔ جو اس کے واسطے احب الناس تھا۔ اور جس کی محبت کی نظیر اس کے کسی دنیاوی رشتہ میں بھائی میں نہ بہنیں میں باپ میں نہ ماں میں اولاد میں۔ نہ بیوی میں۔ غرض کسی میں پائی نہ جاتی تھی۔ ایسا ایک

پیارا محبوب اور شفیق باپ سر سے گذر گیا۔ اس سے بڑھکر اور کونسی بات دل کو کمزور کرنے والی ہوگی اور کونسا غم ہوگا۔ جو اس سے بڑھکر بیتاب کرنیوالا ہو۔

مگر مین آپکو یقین دلاتا ہون

کہ باوجود ان امور کے قوم مین ایسی تقویت اور ثبات قدم رہا ہے اور ایسے استقلال کا نمونہ اس جماعت نے دکھایا ہے جسکی نظیر نہین بتا سکتے۔ غم تو سنت اللہ کے مطابق پہنچا اور سخت پہنچا۔ مگر نتیجہ مین ایک عظیم الشان خارق عادت نشان باقی رہ گیا ہے چھوٹے کے غم مین اور خوشی مین ہرگز ہرگز یہ بات نہ پاؤ گے +

اچھا یہ تو ہماری باری تھی۔ اب انکی باری بھی جلد آنیوالی ہے۔ جب خوشی مین انکا یہ حال ہو کہ تمام امیدون پر پانی پھر گیا۔ اور انکی کمر ہمت ٹوٹ گئی ہے تو پھر ان کے غم مین خدا جانے انکا کیا حال ہوگا؟ اور اس نے ہماری اس ابتلا اور مصیبت کیوقت مین نصرت اور مدد کی ہے۔ تو پھر فتح مبین کے دن کیوں ہماری نصرت نہ کرے گا؟ پس ہمارے دلون مین کمزوری اور بزدلی کے راہ پانے کی کوئی وجہ نہین کیونکہ ہم علیٰ وجہ البصیرت یقین کرتے ہین کہ ہم نیکی اور تقوے کی راہ پر چل رہے ہین اور یقیناً یہی ایک خدا کی بتائی ہوئی اور اسکی رضا تک پہنچنے کی راہ ہے ہم اسکو چھوڑ نہین سکتے۔ اور ترک نہین کر سکتے۔ ہمین دوسری کوئی ایسی جماعت نظر ہی نہین آتی۔ کہ ہم اِس سے قطع کر کے اُس سے وصل کر لین +

ان امور کے بعد جو مینے بیان کئے ہین۔ کسی کے کسی اعتراض کے جواب کی ضرورت ہی نہین رہتی مگر تاہم مین ان مذبذب لوگون کیواسطے جو نہ ان امور کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہین۔ اور نہ ہی اعتراض کرنے کی جرأت رکھتے ہین۔ بلکہ اندر ہی اندر ایک کھچڑی سی پکاتے رہتے ہین کچھ بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہون +

یاد رکھنا چاہیے کہ اس جگہ منہاج نبوت کے خلاف کوئی معاملہ نہین ہوا۔ جو کسی کے دل مین کسی اعتراض کی جرأت پیش کرتا۔ مین دعوے سے کہتا ہون۔ کہ اے حق کے مخالفو! اور سچائی کے دشمنو! ہمین منہاج نبوّت کے خلاف کوئی امر اس سلسلہ مین بتاؤ۔ تو ہم سب کچھ ترک کر دین گے مگر سن لو۔ کہ اس راہ مین قدم ذرا سوچکر رکھنا! ایسا نہ ہو کہ تم جو اعتراض کرو۔ وہ خود شریعت اسلام یا آنحضرت صلعم کی نبوت ہی کے خلاف ہو۔ قرآن۔ اسلام اور منہاج نبوّت کو زیر نظر رکھکر زبان کھولنا +

ان لوگون نے حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیون پر اعتراض کیا ہے مگر دیکھو۔ پیشگوئیان ہمیشہ انتظار اور امید کے مطابق ہی واقع نہین ہوا کرتین۔ آج سے ہی نہین اور نہ صرف مرزا صاحب کے معاملہ مین۔ بلکہ ہمیشہ سے اور تمام انبیاء کی سنت قدیمہ ہین۔ اسی طرح سے چلا آیا ہے۔ پیشگوئیون مین اخفا ضروری ہوتا ہے اگر ہر پیشگوئی کو اس کے ظاہری الفاظ مین پورا کرنا چاہو۔ تو پھر اس طرح سے تو کوئی مذہب اور نہ کوئی نبوت کچھ بھی قایم نہین رہ سکے گا۔

اجتہاد اور پیشگوئی دو الگ الگ باتین ہین

خدا کی طرف سے ملہم کو ایک الہام ہوتا ہی اور بعض وقت اس کے ساتھ اسکی کوئی تشریح نہین بتائی جاتی اسصورت مین ملہم اپنے فہم کے مطابق اجتہاد سے اسکے ایک معنے کر لیتا ہے۔ پھر کبھی وہ الہام اس کے اجتہادی معنون کے مطابق پورا ہو جاتا ہے اور کبھی اس کے اور معنے ہوتے ہین اور وہ دوسرے رنگ مین پورا ہوتا ہے تمام انبیاء کے حالات مین غور کر کے دیکھ لو کہ یہی سنت پائی جاتی ہے۔ اس سے انبیاء کا کذب یا ان کی ہتک لازم نہین آتی بلکہ یہ ان کے صدق پر ایک مین دلیل ہوتی ہے۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہوتا ہے کہ کلام کا نازل کرنیوالا کوئی اور ہے اور جسپر نازل ہوتا ہے۔ وہ الگ ہے +

ظاہر ہے کہ اگر وہ کلام اس شخص کا من گھڑت ہوتا تو اس کے ٹھیک وہی معنے کرتا جو اس کی سمجھ مین صحیح ہوتے اور کوشش کرتا کہ کلام کے معانی کے ظہور مین کوئی اختلاف واقع نہ ہو۔ پس ملہم کا کبھی اجتہادی غلطی کرنا بھی اسکی صداقت کی ایک دلیل ہے +

خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین ہی غور کر لو۔ کہ ہجرت کی زمین آپ کو بتائی گئی آپ نے اس کو اپنے اجتہاد سے یمامہ کی زمین سمجھ لیا حالانکہ وہ اور زمین نکلی۔ آپ نے ایک رؤیا کی بنا پر ابو جہل کا مسلمان ہو جانا سمجھا مگر وہ نکلے عکرمہ رض۔ آپ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیان مجھے دی گئی ہین۔ مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ مین ان کے ایک سپاہی کے ہاتھ لگین +

اسی طرح آپ نے ایک رؤیا مین دیکھا۔ کہ آپ کے ہاتھون مین دو کنگن ہین۔ جن کو آپ نے پھونک مار کر اڑا دیا۔ جس کے معنے آپ نے یہ کئے۔ کہ دو جھوٹے پیغمبر ہونگے۔ اور وہ میری پھونک سے دعا سے ہلاک ہونگے۔ اور وہ مسیلمہ اور اسود تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ مسیلمہ آپ صلعم کی وفات کے بعد تک زندہ رہا۔ حالانکہ الفاظ سے صاف یہی نکلتا ہے کہ وہ دونون کذاب آپ کی زندگی مین ہلاک ہونگے۔ چنانچہ وہ الفاظ یہ ہین۔

فاوحي الي ان انفخهما فنفختهما فذهبا۔ مگر آپ کی وفات پر مسیلمہ کیسے زور پر تھا۔ اسود کے متعلق اختلاف ہے۔ بہر حال مسیلمہ اسوقت زندہ اور زور ون پر تھا۔ اب آپ سمجھ سکتے ہین۔ کہ غالباً مسیلمہ نے بھی عبد الحکیم کی طرح بڑا شور مچایا ہوگا۔ اور وہ بھی کہتا ہوگا کہ مجھے پھونک کر اڑانے والا خود ہی اڑ گیا۔ مگر خدا کی قدرت کہ مسیلمہ کے ساتھ تو بہت سے لوگ شامل بھی ہو گئے تھے۔ مگر خدا نے عبد الحکیم کو یہ عزت بھی نہین دی۔ اور ایک ہی متنفس نہین جو اس کیساتھ ہوا ہو +

میرے اس بیان سے کسی کو یہ وہم نہ پیدا ہو۔ کہ نعوذ باللہ مین انبیاء کی پیشگوئیون کے پورے ہونیکا منکر ہون۔ بلکہ میرا مدعا اس بیان سے یہ ہے کہ ملہم کو کبھی الہام کے معنے سمجھنے مین بوجہ بشری کمزوری کی وجہ سے اجتہادی غلطی لگ سکتی ہے۔ مگر اس سے نہ تو اس نبی کی شان مین کوئی فرق آتا ہے اور نہ اسکا کذب لازم آتا ہے۔ اور نہ ہی نفس الہام کے صحیح ہونے مین کوئی شک پیدا ہوتا ہے۔ الہام چونکہ خدائے علام الغیوب کی طرف سے نازل ہوتا ہے لہذا اسکا علم جب تک خود خدا ملہم کو یا کسی اور کو نہ دے۔ تب تک وہ کیسے اس حقیقت تک پہنچ سکتا ہے +

پس حضرت مرزا صاحب بھی چونکہ منہاج نبوت ہی پر ظاہر ہوئے تھے۔ لہذا ایک مسلمان کا جو قرآن اور سنت کا پابند ہے۔ یہ فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ اس سلسلہ پر اعتراض کرتے وقت منہاج نبوت کو مد نظر رکھ لیا کرے کیونکہ مسلمان کہلانے والے کے واسطے تو پہلے نظائر بھی موجود ہین۔ اور وہ اس بات کا بھی پابند ہی کہ جو بات خود اسکے مسلمات مین موجود ہے۔ اس کے خلاف اعتراض نہ کرے یا کوئی ایسا اعتراض نہ کرے۔ جو خود اس کے اپنے ہی مسلمات پر پڑتا ہو :۔

جب ان لوگون کو اپنی معتبر اور مسلمہ کتب مین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قائمقام قرار دیا گیا ہے اور صاف اقرار موجود ہی۔ کہ مسیلمہ

کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے سامنے قتل کیا جانا گویا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو قتل کیا جانا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کا قیصر و کسریٰ کے خزائن کا مالک ہونا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح کرنا اور مالک ہونا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق انتظار نہیں کیا جاتا۔ کہ آپؑ کے جانشین اور مخلص خادموں کے ہاتھوں سے یا خود آپؑ کی اولاد کے ہاتھوں پر خدا تعالیٰ ان کو پورا کر دے۔

دوسری بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ انذاری پیشگوئیوں میں سنت اللہ اسی طرح سے جاری ہے کہ وہ بعض اوقات توبہ و استغفار تضرع و ابتہال سے ٹل ہی جایا کرتی ہیں۔ اللہ تعالے نے خود قرآن شریف میں اس اصول کو بیان فرمایا ہے۔ ان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صادق کے صدق کی شناخت کیواسطے ضروری نہیں کہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوں۔ بلکہ بعض حصہ ان پیشگوئیوں کا پورا ہوتا ہے۔

تیسری بات جو پیشگوئیوں میں دیکھنی چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں کثرت کا لحاظ رکھا جاوے۔ اگرچند مثالیں بظاہر مخالف نظر آویں۔ تو انہی پر تکذیب نہ کر دینی چاہیے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ تمہاری سمجھ میں نہ آئی ہوں اور اصل میں وہ درست ہوں۔

النادر کالمعدوم

تعجب آتا ہے۔ کہ ایک بات کو ہاتھ میں لے کر ان سینکڑوں اور ہزاروں نظیروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ جو ہم پیش کرتے ہیں۔ بیسیوں مثالیں ایسی موجود ہیں۔ کہ خود بخود گھر میں بیٹھکر لوگوں کو مباہلہ کیا اور اپنی ہی بد دعاؤں سے ہلاک ہو گئے۔

میں پھر کہتا ہوں۔ کہ منہاج نبوت کو ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اور اگر اس امر کا لحاظ نہ رکھا جاوے۔ تو پھر تمام سلسلہ نبوت ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ اور کسی ایک نبی کی بھی نبوت ثابت کرنی مشکل ہو جائے گی۔

میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ یقیناً وہ دونوں ہلاک ہونیوالے ہیں۔ اور ان کی ہلاکت سے ہمیں خدا ویسی ہی خوشی دیگا۔ جیسی کہ مسیلمہ کذاب کی ہلاکت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہوئی تھی۔

آخر میں میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے دین کے لئے سچا جوش اور خدا کی راہ میں سچا اخلاص اور صدق دکھاؤ۔ آپ لوگ بحث مباحثات سے وہ بات دنیا پر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ جو نیک نمونے اور نیک چلنی سے کر سکو گے۔ دیکھو وہ پاک وجود صرف ایک نفس واحد تھا۔ مگر اس نے اپنے اسوہ حسنہ۔ نیکی۔ اور کمال کی وجہ سے کئی لاکھ انسانوں کو تھوڑی ہی عرصہ میں باوجود مخالفت کی سخت آندھیوں کے کسطرح اپنی طرف کھینچا۔ کہ اسکی راہ میں جان و مال تک فدا کرنے کے واسطے تیار ہو گئے۔ صرف ایک پاک نفس کی محنت توجہ اور دعاؤں کا تو یہ نتیجہ ہے کہ کئی لاکھ کو باوجود ایسے مشکلات کے اپنی بات منوا گیا۔ تو پھر آپ لوگ تو لاکھوں ہو۔ راہ کھلی ہے ہمیں بھی اسی وسیع دعا کے کرنے کا حکم ہے

اھدنا الصراط المستقیم

اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کو ملے۔ خدا کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنے؟ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قایم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیے مانگنے والا۔

غرض جب ایک مسیح دنیا میں یہ کچھ کارنمایاں کر گیا ہے تو پھر آپ لوگ جن میں وہ ایسی روح پیدا کر گیا۔ کیا اب وہ کام نہ کر سکو گے؟ کر سکو گے اور ضرور کرو گے۔ اور آپ سے بھی اسی کے ہمرنگ کام ظاہر ہونگے آپ لوگوں کے ہاتھوں پر بھی روحانی فتوحات کے دروازے کھولے جاوینگے بشرطیکہ آپ بھی اُسی راہ پر قدم رہیں اور وہی صدق و ثبات اور اخلاص خدا کی راہ میں دکھائیں دیکھو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ نے کیسے کیسے فتوحات حاصل کئے۔ اور کہاں تک سلطنت اسلام وسیع ہو گئی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ان کے بعد بھی بہت سی فتوحات ہوئیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی کہ وہی آنحضرت کی روح صحابہ میں کام کرنے لگی۔ اگر پہلے ایک وجود تھا۔ تو پھر ہزاروں لاکھوں وجود پیدا ہو گئے تھے۔ اسی طرح سے اب ہمارے حضرت مسیح موعود کی وفات پا جانے سے بھی سلسلہ بند نہیں ہو گیا۔ کوئی کمی نہیں آگئی۔ خدا تعالے نے وہ دروازے بند نہیں کر دئے۔ مگر ہاں

یہ آپ لوگوں کا فرض ہے

کہ کوشش اور محنت سے وہ کام کر دکھاؤ۔ اور اس قوت ایمانی اور نور کا ثبوت دو۔ اور اس کے اثر دکھاؤ اور اس مقصد عالی کو مدنظر رکھکر کام کرو۔ . . . . . .

اور اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دینے کی کوشش کرو۔ پہلے خود اپنے آپ میں اسلام کی پاک تعلیمات کا پورا اور سچا فوٹو دکھاؤ۔ اور لوگوں کو اس کی تعلیمات کے برکات اور فیوض سے اس طرح اطلاع دو۔ کہ وہ اس نور کو خود بخود آپ کے چہروں سے آپ کے چلنے سے پھرنے سے بیٹھنے سے۔ اٹھنے سے کاروبار سے لین دین سے غرض اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اسکا عملی نمونہ دکھاؤ۔ تا ہر اعتراض کرنے والا خود بخود شرمندہ ہو جائے۔ اسکا منہ بند ہو۔ اور وہ اندر ہی اندر مرے۔ واقعی اب بحث کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی بحث سے کام نکلتا ہے۔

ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی روح اس میں اپنے کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ اسی کے اثر نے جوش کیا اور اسکا اثر دنیا میں پھیلا۔ اسمیں قوت قدسی اور قوت جذب تھی۔ انہی باتوں سے وہ دنیا میں کامیاب۔ بامراد مظفر و منصور ہوا۔ اور وہی راہ ہے کہ آپ لوگ بھی اسپر قدم مار کر کامیاب ہو گے۔

اللہ تعالے اپنی خاص نصرت
ہمارے شامل حال کرے
اور ہمیں خاص توفیق
عطا فرمادے
آمین

مرتبہ عبدالرحمان قادیانی - ۱۶- جولائی ۱۹۰۸ء

معذرت

الحکم کے بعض پرچے بعض خاص مجبوریوں کی وجہ سے مقررہ تاریخوں پر شایع نہیں ہو سکے اس کمی کو انشاء اللہ مقررہ صفحات سے اخبار کا حجم بڑھا کر شایع کرنے کے ذریعہ سے پورا کر دیا جاوے۔ نمبروں کی ترتیب میں کوئی نقص نہیں آتا۔

مینیجر

حضرت اقدس کی آخری تقریر

کلمات طیبات حضرت امام الزمان علیہ السلام

قبل عصر ۲۵ - مئی ۱۹۰۸ء

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جسمیں بعض مسائل مختلفہ فیہ پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کرونگا۔ حضرت اقدس نے قبل عصر حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب سے انکے متعلق دریافت کیا۔ کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں مغلوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانے والے یا جلد بھڑک اٹھنے والی طبیعت کے تو نہیں ہیں؟ اسکے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور ایسے تو نہیں۔ ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے البتہ اگر بعض عوام کا ہجوم انکے ہمراہ ہوگا تو اندیشہ ہے۔ (حضرت اقدس خود چونکہ خود پیغام صلح کے لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی ایسے) حضرت اقدس نے مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ آپ انکو خط کا جواب لکھیں اصل خط ان کا ہم بھیجدینگے اور بیشک نرمی سے اور آہستگی سے ان کے ان مسائل میں گفتگو کریں۔ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ انکے ہمراہ سوا دو چار معززاور شریف آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو۔ اور آپ ہی علیحدگی میں بیٹھکر گفتگو کریں اسمیں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اسی دوران میں کسی دوست نے ان کا یہ عقیدہ پیش کردیا کہ وہ حضرت عیسےؑ کی سولی پر لٹکائے جانے کے ہی قایل نہیں۔ اور کہ وہ اپنے اس دعوے کی دلیل میں آیت کریمہ اذ کففت عنک بنی اسرائیل الخ پیش کرتے ہیں۔ اسپر حضرت اقدسؑ نے

فرمایا

خلاف تواتر امور محسوسہ مشہودہ کی پرواہ نہ کر کے ایسی ایک راہ اختیار کرنا جس کی کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ یہ عقل اور ایمان کے سراسر خلاف ہے۔ میں کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا۔ اور نہ ہی میں کسی ایسی بے دلیل بات کے منوانے کی کوشش کرتا ہوں۔ جسکا قوی ثبوت اور بین شہادت میرے ہاتھ میں نہیں۔ میرے ساتھ میری شہادت کیواسطے اسوقت لاکھوں انسان موجود ہیں۔ قوموں کی قومیں اپنی متواتر اور متفقہ شہادت پیش کر رہی ہیں اگر کسی کو کوئی شک وشبہ ہو تو یہودی موجود ہیں۔ نصرانی موجود ہیں ان سے پوچھ لو۔ کہ ان کا اسبارہ میں کیا عقیدہ ہے دونوں متخاصم موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لو۔ کہ آیا وہ بھی اس بات کے قایل ہیں جو تم پیش کرتے ہو۔ دیکھو تواتر قومی کو بغیر کسی بردست دلیل اور حجت نیرہ کے توڑ دینا اور اسکی پرواہ نہ کرنا یہہ بڑی بھاری غلطی ہے +

تعجب کی بات ہے۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ کسی دوسرے آدمی کو پکڑ کر خواہ مخواہ بے قصور سولی پر چڑھا دیا جاوے اور وہ چوں بھی نہ کرے اور دہائی بھی نہ دیوے۔ کہ میں تو تمہارا ساتھی ہوں۔ مجھے کیوں بے گناہ سولی پر چڑھاتے ہو۔ تمہارا اصل ملزم تو بچ گیا۔ اور میں جو کہ تمہارا ہی ساتھی ہوں۔ یہ میرا نام فلانے ماں باپ کا بیٹا ہوں۔ یہ میرے رشتہ دار ہیں۔ مجھے کیوں مارتے ہو۔ جان کا معاملہ اور لعنتی موت کا نشانہ بننا ہے اصل ملزم بچا جاتا ہے۔ ایک بیگناہ بے قصور بے تعلق آدمی سولی چڑھایا جاتا ہے اور پھر تعجب یہ کہ بولتا تک نہیں یہ بھید تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا +

علاوہ وحی اور علم غیب کے جو ہمیں خدا نے محض اپنے فضل سے بخشا۔ اور مکالمہ مخاطبہ کا خاص فیضان جاری کر کے ہمیں اس نے ان امور میں حقیقی علم عطا کیا۔ ہمارا ضمیر اسکو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتا۔ کہ اتنا بھاری تواتر اور کروڑوں انسانوں کی متفقہ شہادت بالکل غلط ہو اور یہ سب جو سمجھے بیٹھے تھے ایک وہم تھا اور خیال غلط۔ دیکھو

تا نہ باشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا

میں نہیں سمجھتا۔ کہ خدا کو ایسی کمزوری کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ علی رؤس الاشہاد مسیح کو بچانے پر قادر نہ تھا کہ اسکو ایسا ظلم روا رکھنا پڑا۔ اور بیگناہ انسان کی جان خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈالی +

قرآن اور حدیث کے خلاف ایک نئی راہ نکالکر پیش کرنا اسکا بار ثبوت مدعی کے ذمے ہے +

میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ یہ سب امور ایسے نہیں کہ آسانی سے انکو رد کیا جاوے۔ قرآن شریف میں صرف لفظ توفی ہی کو لیکر اسکو دیکھ لو۔ کہ بھلا کسی مقام پر اسکے معنے بجز موت کے کچھ اور بھی ہیں۔ یا مع جسم عنصری کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں؟ یہی توفی کا لفظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ آیت کریمہ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک غور کر کے دیکھ لو۔ پھر یہی توفی کا لفظ ہے جو حضرت یوسفؑ کے حق میں وارد ہے پھر ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ کہ برخلاف نص قرآنی کے اور تمام انبیاءؑ کے کیوں حضرت عیسیٰؑ کو یہ خصوصیت دیجاتی ہے +

کتب احادیث میں قریباً تین سو مرتبہ یہی لفظ توفی کا آیا ہے مگر کہیں بھی بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے کے معنے نہیں ہیں جہاں دیکھو یہ لفظ موت ہی کے معنوں میں وارد ہوتا ہے +

اصل میں جو شخص طالب حق نہیں اور محض ایک قسم کی شیخی اور تکبر کے واسطے ایسی خواہش کرتا ہے۔ اس سے

مجھے بدبو آجاتی ہے

میں ایسے آدمی پر اپنا وقت ضایع نہیں: کرنا چاہتا جسکو حق کی سچی پیاس نہیں اور جسکی تڑپ خدا اور خدا کے دین کیواسطے نہیں بلکہ نفس کا بندہ اور نفس کی عزت وجاہ کیواسطے مرتا ہے + ہاں اگر کوئی شخص طلب حق اور رضاء جوئی کی پیاس اور سچی تڑپ لیکر آتا ہے۔ تو مجھے اس سے ایک قسم کی

خوشبو آجاتی ہے

اور پھر میں اسکے واسطے اپنے بازو بچھا دیتا ہوں اور اسکو اپنی آنکھوں سے قبول کرتا ہوں۔ اور جہاں تک مجھ سے بن پڑتا ہے میں اسکی خدمت کو اپنا فخر سمجھتا ہوں۔ مگر ایک ناپاک دل انسان جسمیں شرارت پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ حق جو نہیں بلکہ دنیا طلب ہوتا ہے تو ہمیں اس سے بو آجاتی ہے اور پھر اس کے بعد ہم اس سے کلام کرنا بھی پسند نہیں کرتے +

خدا نے جس بات پر ہمیں قایم کیا ہے وہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید میں حضرت مسیحؑ کی موت کو صراحت سے ایک نہیں بلکہ بیسیوں مقام پر ظاہر کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے شہادت دیدی کہ اسکو مردوں کی ذیل میں دیکھا اور کوئی مابہ الامتیاز اسمیں اور اسکے غیروں میں بیان نہیں فرمایا +

آج ہندوستان میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ مرتد صرف اسی بات سے ہو چکا ہے کہ نام کے مسلمانوں کے عقاید غلط سے عیسائیوں نے مسیحؑ کی فضیلت ثابت کر کے اپنے مذہب سے ناواقف لوگوں کے سامنے اسے پیش کیا۔ اور ان کے اپنے ہی معتقدات میں سے ان پر ایسے ایسے الزام دئے جن کا جواب ان میں سے کسی سے بھی بن نہ پڑا +

مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالے نے ان کی کسی بھی خصوصیت کو قایم نہیں رہنے دیا۔ بلکہ انکی ہر بات کا جواب دیکر خود ان کو ہی خوار کیا ہے +

نصاریٰ نے ایک عقیدہ پکڑا تھا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ چونکہ بن باپ کے ہیں اور یہ انکا مسلمانوں پر ایک بھاری اعتراض تھا

اور اس سے وہ حضرت عیسٰے میں ایک خصوصیت ثابت کر کے ان کی خدائی کی دلیل پکڑتے تھے تو اللہ تعالٰے نے اس کے جو آمین انکایوں سنہ توڑا - اور ان کا رد یوں بیان کیا کہ ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل آدم ع یعنے اگر حضرت عیسٰے کی پیدایش اعجازی رنگ میں پیش کر کے تم اس کی خدائی کی دلیل ٹھیراتے ہو تو پھر آدم بطریق اولٰی خدا ہونا چاہئے کیونکہ اسکا نہ باپ نہ ماں - اسطرح سے اول آدم کو بڑا خدا مان لو پھر اس بات کو عیسٰے ع کی خدائی کی دلیل ٹھہرانا - پس اس طرح سے اللہ تعالٰے نے انکے اس استدلال کو غلط ثابت کر دیا +

غرض نصاریٰ کے مسیح کو بن باپ کی پیدایش سے ان کی خدائی کی دلیل اور استدلال پکڑنے کو اللہ تعالٰے نے

آدم کی نظیر پیش کر کے

باطل ٹھہرادیا +

ایک دوسری دلیل نصارے نے مسیح کی خدائی کی یہ پیش کی تھی کہ وہ زندہ ہیں - اور مع جسم عنصری آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں - اور اس امر سے انہوں نے مسیح ع کی ایک خصوصیت ثابت کر کے اسی کو انکی خدائی کی ایک زبردست دلیل کے طور پر پیش کیا ہے - اب ہمیں کوئی بتا دے کہ اگر توفی کے معنے مع جسم عنصری آسمان پر ہی اٹھائے جانے کے ہیں - اور اس کے معنے حضرت عیسیٰ ع کے لئے موت کے نہیں ہیں تو پھر نصارے کے اس اعتراض کا قرآن نے کہاں جواب دیا ہے جسطرح انکی دلیل اول کو ایک نظیر پیش کر کے توڑا تھا - اسی طرح کہیں سے ہمیں یہی نکال کر بتاؤ کہ حضرت مسیح سے پہلے یا پیچھے اور کوئی ایسی ہی نظیر پائی جاتی ہے اور اگر کوئی نظیر نہیں تو یاد رکھو - کہ

اسلام آج بھی گیا اور کل بھی گیا

نصارٰے تم کو خود تمہارے اپنے عقیدہ سے لزم کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ تم خود حضرت عیسٰے ع کو زندہ اور جسم عنصری سے آسمان پر مانتے ہو حالانکہ تمہارے رسول خاک مدینہ میں مدفون ہیں - اب بتاؤ کون افضل ہے - عیسیٰ ع یا محمد ص افسوس ہے ان نام کے مسلمانوں پر کہ اپنی ناک کاٹنے کیواسطے آپ ہی دشمن کے ہاتھ میں چھری دیتے ہیں +

یاد رکھو کہ اگر خدا تعالٰے کا یہی منشا ہوتا اور قرآن و حدیث میں حقیقتاً یہی امر اسنے بیان کیا ہوتا کہ واقع میں حضرت مسیح ع زندہ ہیں اور وہ مع جسم عنصری آسمان پر بیٹھے ہیں اور یہ عقیدہ بھی حضرت مسیح ع کے بن باپ کے پیدا ہونے کی طرح خدا کے نزدیک سچا عقیدہ ہوتا تو ضرور تھا - کہ اللہ تعالٰے اس کی بھی کوئی نہ کوئی نظیر پیش کر کے قوم نصارے کو اس امر کے حضرت مسیح ع کی خدائی کی دلیل پکڑنے سے بند اور لاجواب کر دیتا - مگر خدا تعالٰی کے اس امر کی دلیل پیش نہ کرنے سے صاف عیاں ہے کہ اللہ تعالٰے کا ہرگز ہرگز یہ منشاء نہیں جو تم محض افترا سے خدا کے کلام پر تھوپ رہے ہو - بلکہ توفی کا لفظ خدا تعالٰے نے محض موت ہی کے معنوں کے واسطے وضع کیا ہے - اور یہی حقیقت اور اصل حال ہے +

دیکھو ہر ایک خصوصیت جو کہیں کسی خاص شخص کے متعلق پیدا کی گئی ہے - اللہ تعالٰے نے اس کا ضرور جواب دیا ہے - مگر کیا وجہ کہ اتنی بڑی خصوصیت کا کوئی جواب نہ دیا - خصوصیت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے شرک پیدا ہوتا ہے + فقط

یہ حضرت اقدس ع کی زندگی میں آپ کی آخری تقریر ہے جو آپ ع نے بڑے زور اور خاص جوش سے فرمائی - دوران تقریر میں آپ کا چہرہ اس قدر روشن اور درخشان ہو گیا تھا - کہ نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں جاتا تھا - حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی تقریر میں ایک خاص اثر اور جذب تھا - رعب - ہیبت اور جلال اپنے کمال عروج پر تھا - بعض خاص خاص تحریکات اور موقعوں پر حضرت اقدس ع کی شان دیکھنے میں آئی ہو گی جو آج کے دن تھی - اس تقریر کے بعد آپ ع نے کوئی تقریر نہیں فرمائی + فقط مرتبہ عبد الرحمٰن قادیانی

آخری نظم

از ڈاکٹر احمد حسین صاحب لائلپوری

جو ۲۶ - مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس ع کے حضور پڑھی گئی - اس نظم کے بعد کوئی نظم حضرت اقدس کے حضور میں نہیں سنائی گئی

یا رب قادیان میں میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے
عبد الکریم یارب جیسا ہوا ہے مدفون
وہ خاک پاک میری دار القرار ہووے
اس میں مسیح آیا - اس نے خدا دکھایا
اس پر خدا کی رحمت بس بیشمار ہووے
آیا ہے تو مسیحا چودہ صدی کے سر پر
آمد پہ کیوں نہ تیری فصل بہار ہووے
تیرے لئے خدا نے لاکھوں نشان دکھائے
پھر کیوں نہ تیرا دشمن دنیا میں خوار ہووے
قرآن میں خدا نے یہ لکھدیا ہے پڑھ لو
گستاخ حق کا دشمن ہر جا پہ خوار ہووے
قرآن کتاب رحمان - سکھلاوے راہ عرفان
اسکی طفیل سے دل حق پر نثار ہووے
قرآن نے ہی بتائی عیسیٰ کی خبر ہمکو
اس کے نزول کا پھر کیوں انتظار ہووے
شیطان کو یا الٰہی دکھلاوے مار کر کے
مشکل یہی ہے باقی کشتی یہ پار ہووے
اے مہدی و مسیحا بہتر خدا سے دعا کر
رحمت خدا کی ہم پر بس بے شمار ہووے
یا رب قادیان میں میرا مزار ہووے
اور میرا ذرہ ذرہ اس پر نثار ہووے

خاص توجہ کے لائق

حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تمام جماعت مبایعین کی ایک مکمل اور مفصل فہرست طیار ہو تاکہ تمام جماعت کے نام اور پورے پتے معلوم ہونے کیوجہ سے وہ ضروری امور جو وقتاً فوقتاً قادیان سے قومی معاملات کی نسبت شایع ہوتے ہیں - ان سے حتی الوسع تمام قوم کو اطلاع پہنچانے کا انتظام ہو سکے - لہٰذا تمام احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح رض کے ہاتھ پر بیعت کی خواہ تحریراً یا خود قادیان میں حاضر ہو کر وہ تمام احباب اپنے نام مع پورے پتے کے حضرت خلیفۃ المسیح رض کی خدمت میں ارسال کر دیں حتی الوسع کوشش یہ ہو کہ جس مقام پر بہت سے احباب ہوں وہ اکٹھی فہرست تیار کر کے روانہ فرما دیں - اور جن جن مقامات سے خطوط یا فہرستیں آ چکی ہیں انکو دوبارہ ارسال کرنیکی ضرورت نہیں - بعض دوست صرف معہ اہل و عیال کا لفظ لکھدیتے ہیں - اس سے بھی فہرست میں ایک قسم کا نقص رہ جاتا ہے اور صحیح تعداد معلوم کرنے میں مشکل پیش آتی ہے لہٰذا کیا اچھا ہو کہ بجائے اہل و عیال کے لفظ کے ایسی راہ اختیار کیا کریں کہ ایک احمدی کنبے کی صحیح تعداد معلوم ہو جائے - اول تو مستورات کے نام لکھنے میں کوئی حرج ہی نہیں اگر نام لکھنے میں کسی قسم کا مضایقہ ہو تو اہلیہ [illegible]